مُقسِط ندیم

غزلیں

میرے باپ نے ہجرت کی تھی میں نے نقل مکانی
اُس نے اِک تاریخ لکھی تھی، میں نے ایک کہانی

دو بھائی تھے وقت نے مانگی دونوں سے قربانی
ایک نے اپنا لہو دیا اور ایک نے سادہ پانی

کبھی کبھی کرتے ہیں صحرا اِتنی بڑی سخاوت
ایڑی مارے سے ملتا ہے کسی کسی کو پانی

میں نے قیس کو خط لکھا ہے آؤ آ کر دیکھو
جنگل سے بھی زہریلی ہے شہروں کی ویرانی

شور مچا کر وقتی شہرت مل سکتی ہے لیکن
زندہ رہنا ہے تو لِکھّو شعر کوئی لافانی

جیتے جی ہی بانٹ دو اپنے بچوں میں سب چیزیں
اُن کو جینے میں اور تم کو مرنے میں آسانی

مجھ کو تو تقدیر کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے
مقسط میں دہقان کا بیٹا کھیت مِرے بارانی

فنا کی قید میں اِک دن فرار ہونا ہے
اے آدمی تجھے پروردگار ہونا ہے

وہ ایک عرصہ جسے تم صدی شمار کرتے ہو
کسی جہان میں لمحہ شمار ہونا ہے

میں تیرے ساتھ کناروں میں بہہ نہیں سکتا
اے موجِ وقت مجھے بے کنار ہونا ہے

یہ کائنات ہراساں ہے اپنی وسعت سے
ابھی تو خود پہ اِسے آشکار ہونا ہے

شمار کرلو مجھے جب تلک میں زندہ ہوں
پھر اس کے بعد مجھے بے شمار ہونا ہے

یہ کائنات مرا پہلا عشق ہے مقسط
اسی بدن سے مجھے مشکبار ہونا ہے

میں جانتا ہوں جو ہو چکا ہے، ہے منکشف جو ہوا نہیں ہے
مگر یہ قصّہ بیان کرنے کا مجھ میں بھی حوصلہ نہیں ہے

نئ رُتوں میں، نئ حسوں سے، بدن کو اب آشنا کرو تم
مجھے پتہ ہے حواسِ خمسہ کی دسترس میں خدا نہیں ہے

میں ایسے صحراؤں میں گیا ہوں جہاں پہ سورج نہیں چمکتا
میں ایسے دریاؤں سے بھی گزرا جہاں پہ کچھ بھیگتا نہیں ہے

مقام ایسا بھی آگیا تھا اِک آگہی کی مسافرت میں
میں رُک گیا تھا میں سوچتا تھا کہ میں ہی مَیں ہوں خدا نہیں ہے

بہت سے سیّارگان میری نگاہِ حیرت کے منتظر ہیں
کسی کو پانی نہیں میسّر کسی پہ مقسط ہوا نہیں ہے